خواتین کے حقوق عامہ

ڈاکٹر طیب رضا

چھٹی صدی عیسوی میں آنحضرتؐ کا اعلان رسالت انسانی تاریخ کا سب سے عظیم واقعہ تھا جس کے نتیجہ میں فکر و نظر کی دنیا ہی بدل گئی اور لوگوں کی سیرت و کردار میں انقلاب آگیا۔انسان نے نئے طرز اور ڈھنگ سے سوچنا شروع کیا اور اس کی زندگی نے نیا رخ اختیار کیا۔اسی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ عورت کے بارے میں اس کا پورا نقطۂ نظر اور عملی رویہ بدل گیا۔اس طرح عورت و مرد کے تعلقات نئی بنیادوں پر استوار ہوئے۔

اسلام سے قبل عورت کی تاریخ مظلومی اور محکومی کی تاریخ تھی جسے معمولی اور حقیر چیز اور فساد کی جڑ سمجھا جاتا تھا۔ بازاروں میں جانوروں کے مانند اس کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔ اس کی کوئی مستقل حیثیت نہیں تھی بلکہ وہ مرد کے تابع سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ اسلام نے عورت کے وجود کو تسلیم کرانے اور اس کی حیثیت کو قائم وثابت کرنے کے لئے ان الفاظ میں اعلان کیا:

> ”اے لوگو! اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور اس کا جوڑا بھی اسی کی جنس سے پیدا کیا ہے اور پھر دونوں سے بکثرت مرد وعورت دنیا میں پھیلادئے ہیں اور اس خدا سے بھی ڈرو جس کے ذریعہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں کی بے تعلّقی سے بھی، اللہ تم سب کے اعمال کا نگراں ہے۔“[1]

آیت میں اس بات کا اعلان ہے کہ ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان دنیا نے جو جھوٹے اور بیہودہ امتیازات قائم کر رکھے ہیں وہ باطل اور بے بنیاد ہیں۔تمام انسانوں کی خلقت ایک ہی نفس سے ہوئی ہے۔سب کی اصل ایک ہے، پیدائشی طور پر نہ تو کوئی شریف ہے اور نہ رذیل، نہ کوئی اونچی ذات کا ہے نہ ہی

۱۔سورہ نساء،آیت ۱

نیچی ذات کا، سب برابر اور مساوی حیثیت کے مالک ہیں۔ خاندان، قبیلہ رنگ نسل، ملک و قوم، زبان اور پیشہ کی بنیاد پر ان کے درمیان کسی بھی قسم کی تفریق غلط اور ناروا ہے۔

اسلام مرد عورت کی مساوات کا پہلا علمبردار

زمانہ قدیم قدیم سے مرد اور عورت کے درمیان جو فرق اور امتیاز چلا آرہا تھا، اسلام نے اس کی بھی تردید کی ہے بلکہ وہ اسی سے نکالی گئی ہے اور اسی سے بے شمار مرد اور عورتیں پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان رشتے اور تعلقات قائم ہوئے اور پوری نسل انسانی پھیلی۔ اسی کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے کہ تمام انسان ایک خدا کے بندے اور ایک ماں کی اولاد ہیں۔ دوسری جانب جو رشتے اور تعلقات ان کے درمیان ہیں ان کا احترام کرنا چاہئے۔ اس میں مرد کے احترام کے ساتھ عورت کے احترام کی تاکید ہے۔ اسلام نے اس تصور کی جڑ کاٹ دی کہ مرد اس لئے باعزت اور سربلند ہے کہ وہ مرد ہے اور عورت محض عورت ہونے کی وجہ سے پست تر اور ذلیل ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

> "جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشر طیکہ صاحب ایمان ہو، ہم اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے اور انہیں ان اعمال سے بہتر جزا عطا کریں گے جو وہ زندگی میں انجام دے رہے تھے۔"[۱]

زمانہ جاہلیت میں لڑکوں کو بہت بڑا سرمایہ سمجھا جاتا تھا اور ان کی پیدائش اور تعداد پر فخر و مباہات کیا جاتا تھا۔ اس لئے کہ ان کے وجود سے قبیلہ کی قوت میں اضافہ ہوتا اور معاشی امور میں وہ معاون و مددگار ہوتے لیکن لڑکیاں عربوں کے لئے بوجھ ہوتی تھیں جنہیں وہ ننگ و عار سمجھتے تھے اور ان کے ذکر سے ہی ان کے سر شرم سے جھک جاتے تھے۔ قرآن کریم میں ان کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

> "اور جب خود ان میں سے کسی کو لڑکی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ خون کے گھونٹ پینے لگتا ہے، قوم سے منھ چھپاتا ہے کہ بہت بری خبر سنائی گئی

۱۔ سورہ نحل، آیت ۹۷

ہے۔ اب اس کو ذلت سمیت زندہ رکھے یا خاک میں ملادے۔ یقیناً یہ لوگ بہت برا فیصلہ کررہے ہیں۔"[۱]

دور جاہلیت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ان سے لڑکیوں کا وجود برداشت نہیں ہوتا تھا۔ کوئی انہیں زندہ دفن کردیتا تھا۔ کوئی بلندی سے پھینک دیتا تھا۔ کوئی پانی میں غرق کردیتا تھا اور کوئی ذبح کردیتا تھا اور اس کا نام حیا وغیرت رکھ لیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کو دفن کرنا چاہا تو اس نے فریاد کی کہ بابا میری خطا کیا ہے لیکن اس نے دفن کردیا۔ کچھ دنوں بعد وہ مسلمان ہوگیا تو بقول خود اسے اسلام میں کوئی مزہ نہیں آیا اور کسی طرح کا سکون نصیب نہیں ہوا[۲]۔

جب کہ اسلام نے بیٹی کو باپ کی زندگی کے لئے سامان سکون اور اس کے جنازہ کے لئے رونق وزینت قرار دیا ہے اور سرکار دوعالم کی تونسل ہی آپ کی دختر گرامی حضرت زہرا سلام اللہ علیہا سے قائم ہوئی ہے۔

تجزیاتی طور پر عورت کی زندگی کے تین دور ہوتے ہیں۔ عورت کبھی بیٹی ہوتی ہے، کبھی زوجہ اور کبھی ماں۔ قرآن واحادیث پیغمبرؐ میں عورت کے ان تینوں ادوار پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے جن سے اس کی اہمیت اور شرف ظاہر ہوتا ہے۔ اس بارے میں ہم سب سے پہلے قرآنی آیات سے استشہاد کریں گے اور بعد میں احادیث پیغمبرؐ کی روشنی میں بھی جائزہ لیں گے۔

ارشاد ہوتا ہے:

> "اس وقت کو یاد کرو جب عمران کی زوجہ نے کہا کہ پروردگار میں نے اپنے شکم کے بچے کو تیرے گھر کی خدمت کے لئے نذر کردیا ہے اب تو قبول فرمالے کہ تو ہر ایک کی سننے والا اور نیتوں کا جاننے والا ہے۔ اس کے بعد جب ولادت ہوئی تو انہوں نے کہا پروردگار یہ تو لڑکی ہے حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ لڑکا اس لڑکی جیسا نہیں ہوسکتا ہے اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں"[۳]

۱۔ سورہ نحل، آیت ۵۸۔۵۹
۲۔ ترجمہ وتفسیر قرآن علامہ جوادی، سورۂ نحل، آیت ۵۸۔ ص ۵۷۹
۳۔ سورہ آل عمران، آیت ۳۵۔۳۶

حضرت عمران کی بیوی جناب حنہ نے یہ منت مانی کہ ان کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو وہ اللہ کی راہ میں نذر کرتی ہیں لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی تو انہوں نے کہا یہ تو لڑکی ہے جبکہ جناب حنہ بیٹا چاہتی تھیں کیونکہ اس وقت کے رواج کے مطابق لڑکی نذر نہیں کی جاتی تھی لیکن اللہ تعالی لڑکی کی فضیلت کو دنیا کے سامنے آشکار کردینا چاہتا تھا کہ لڑکی کسی طرح سے بھی شرف فضیلت میں لڑکے سے کم نہیں ہے۔ اس کی نظر میں دونوں کی اہمیت یکساں ہے بشرطیکہ دونوں متقی اور پرہیزگار ہوں[۱]۔

ایک عام قانون کے اعتبار سے اللہ سورۂ نور میں فرماتا ہے:

> "بری عورتیں برے مردوں کے لئے (مناسب) ہیں اور برے مرد بری عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے موزوں ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔"

ایسا ہرگز نہیں ہے کہ عورت پاک اور اچھے کردار کی ہو تو اس کا نکاح برے اور بدکردار مرد سے کردیا جائے اور پاک اور نیک مرد کا نکاح بدکردار عورت سے کردیا جائے بلکہ شرط یہی ہے بیوی اور شوہر نیک، مومن، پاک، باعزت، متقی اور پرہیزگار ہوں۔

حقوق زوجین

اسلام نے شوہر وزوجہ کے تعلقات اور ان کے حقوق سے متعلق بہت سے قوانین مقرر کئے ہیں۔ ان کے لئے اخلاقی اور قانونی بنیادیں قرار دی ہیں۔ شوہر وزوجہ کا تعلق الفت و محبت کا تعلق ہے۔ اللہ نے دونوں کے درمیان فطری طور پر جو محبت، کشش اور جاذبیت رکھی ہے، قرآن اس کا ذکر اس انداز میں فرماتا ہے:

> "اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم اس کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی، یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔"[۲]

۱۔ سورہ نور، آیت ۲۶

۲۔ سورہ روم، آیت ۲۱

آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان الفت و محبت اور ہمدردی و غم خواری کا تعلق ہونا چاہئے۔ یہی اس کی فطرت کا تقاضا ہے، اگر محبت کی جگہ عداوت نے لے لی ہے تو یہ اس فطرت کے خلاف ہے جس پر اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے۔

ہر ادارہ کا ایک سربراہ ہوتا ہے جو اسے چلاتا ہے۔ خاندان کے تعلقات اور اس کے مسائل دیگر بہت سے اداروں کے مسائل سے زیادہ پیچیدہ اور متنوع ہوتے ہیں۔ کسی سربراہ کے بغیر اس کا نظم باقی رہ ہی نہیں سکتا۔ اس کا کوئی سربراہ اور سرپرست نہیں ہوگا تو اس کا شیرازہ بکھر جائے گا، اتحاد مفقود ہو جائے گا۔ اسلام میں مختلف اسباب کی بنا پر مرد کو خاندان کے سربراہ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ شوہروں کو اپنی بیویوں پر مطلق طور پر اقتدار دے دیا گیا ہے اور بیوی اس کی محکوم محض ہے بلکہ عورت پر جہاں یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مرد کو اپنا سرپرست اور نگراں مان کر جائز مطالبات میں اس کی اطاعت کرے اور گھر کے نظم کو ٹھیک رکھے، وہیں اس کے اپنے حقوق بھی ہیں ان حقوق کی ادائیگی مرد کے لئے لازمی ہے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

> "مرد عورتوں کے حاکم اور نگراں ہیں ان فضیلتوں کی بنا پر جو خدا نے بعض کو بعض پر دی ہیں اور اس بنا پر کہ انہوں نے عورتوں پر اپنا مال خرچ کیا ہے، پس نیک عورتیں وہی ہیں جو شوہروں کی اطاعت کرنے والی اور ان کی غیر موجودگی میں ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہیں جن کی خدا نے حفاظت چاہی ہے اور جن عورتوں کی نافرمانی کا خطرہ ہے انہیں موعظہ کرو اور انہیں خوابگاہ سے الگ کر دو[۱]۔"

یہی بات ایک دوسری آیت میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

> "اور عورتوں کے لئے ویسے ہی حقوق بھی ہیں جیسی ذمہ داریاں اور مردوں کو ان پر ایک امتیاز حاصل ہے اور خدا صاحب عزت و حکمت ہے[۲]۔"

اسلام نے مرد و عورت میں توازن قائم کرنے کے بعد کہ ایک کو مہر و نفقہ کا پابند بنایا اور دوسرے کو اطاعت کا یہ اعلان کیا کہ مرد کو ایک امتیاز حاصل ہے اور وہ ہے حق طلاق جو در حقیقت اس کی نگرانی، کفالت

۱۔ سورہ نسا، آیت ۳۴

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۲۸

اور ذمہ داریوں کا نتیجہ ہے، الگ سے کوئی بات نہیں ہے۔ خاندانی زندگی میں مرد کی برتری کو تسلیم کرکے عورت نان ونفقہ، رہائش، مہر، حفاظت وصیانت اور تعلیم وتربیت وغیرہ بہت سے حقوق سے بہرہ مند ہوتی ہے۔ ان حقوق کی ادائیگی میں مرد کوتاہی کرے تو از روئے قانون وہ انہیں حاصل کرسکتی ہے بلکہ اسلام نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ مرد نہ صرف اپنی بیوی کے قانونی حقوق ادا کرے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اس کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک اختیار کرے۔ بعض اوقات بیوی کی شکل وصورت مزاج اور عادات انسان کو ناپسند ہوتے ہیں جس کا اثر شوہر کے روابط وتعلقات پر پڑسکتا ہے اس طرح کے مواقع پر شوہر کو بیوی کے اچھے پہلوؤں کو بھی دیکھنا چاہئے، اس کی ایک بات ناپسندیدہ ہو تو دس باتیں قابل تعریف ہوسکتی ہے۔ اس کی شرافت ہی کا نہیں حکمت ودانائی کا بھی تقاضا یہ ہے کہ گھر کے وسیع مفادات کو پیش نظر رکھے اور تعلقات کو خراب نہ کرے کہ باہمی روابط میں مٹھاس کی جگہ تلخی پیدا ہوجائے اور گھر کا ماحول فساد کی آماجگاہ بن جائے۔ بعض اوقات انسان کو ایک چیز ناگوار ہوتی ہے لیکن اسی میں خیر کے بہت سے پہلو پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس معاملہ میں اسلام نے جس اعلیٰ اور مثالی رویہ کی تلقین کی ہے اس کی مثال دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں ڈھونڈنے سے بھی نظر نہیں آتی۔ ارشاد ہوتا ہے:

> ”اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ جبراً عورتوں کے وارث بن جاؤ اور خبردار انہیں منع بھی نہ کرو کہ جو کچھ ان کو دیدیا ہے اس کا کچھ حصہ لے لو مگر یہ کہ واضح طور پر بدکاری کریں اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرو اب اگر تم انہیں ناپسند بھی کرتے ہو تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور خدا اسی میں خیر کثیر دیدے[۱]۔“

زمانہ جاہلیت میں چند ظالمانہ طریقے رائج تھے جن کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے اور انہیں کا اسلام نے سدباب کیا ہے۔ مثلاً سوتیلی اولاد باپ کی منکوحہ کے سر پر کپڑا ڈال کر اسے میراث بنالیتی تھی۔ سوتیلی ماں کے تمام ترکہ پر قبضہ کرلیا جاتا تھا اور اسے خود اس کے شوہر کے ترکہ سے بھی محروم کردیا جاتا تھا۔ اسے عقد ثانی بھی نہیں کرنے دیتے تھے کہ اس طرح اپنا مال بھی لیکر چلی جائے گی۔ عقد ثانی کی اجازت اس شرط کے ساتھ دیتے تھے کہ وہ مال چھوڑ دے اور چلی جائے۔ عورتوں پر اس غرض سے سختی کرتے تھے کہ وہ اپنی جان چھڑانے کے لئے کل مہر یا کچھ مہر وغیرہ واپس کردیں۔

۱۔ سورہ نساء، آیت ۱۹

اسلام نے مذکورہ تمام صورتوں پر عورت کے احترام اور اس کے حقوق کے تحفظ کی غرض سے پابندی لگادی اور یہ طے کردیا کہ دولت وثروت کی خاطر کسی طرح کا جبر واکراہ جائز نہیں ہے اور اگر وہ بدکاری بھی کریں تو بھی ان کے ساتھ معاشرت کا برتاؤ صحیح اور مناسب اور اصول کے دائرہ میں ہونا چاہئے جس میں کس طرح کا جبر اور ظلم نہیں ہونا چاہئے۔ اسلام کے نزدیک زوجین کے باہمی تعلقات کی معیاری شکل یہ ہے کہ وہ کش مکش اور تنازعات سے پاک ہو، بیوی شوہر کو مطمئن رکھنے کی کوشش کرے، جائز امور میں اس کی اطاعت کرے اور اس کی عزت وناموس اور مال وجائداد کی حفاظت کرے۔ دوسری جانب شوہر اس طرح کی نیک اور صالح بیوی کو بہترین متاع حیات اور حاصل زندگی سمجھے اور اس کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کرے۔ آنحضرت سے راوی نے عرض کیا نیک اور صالح عورت کے کیا صفات ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب شوہر اسے دیکھے تو خوش ہو جائے، جب کوئی حکم دے تو وہ مان لے اور اپنے ناموس اور اس کے مال (کی حفاظت کرے اور ان) میں اس کی خلاف ورزی نہ کرے۔

اس بات سے بخوبی اندازہ لگا جاسکتا ہے کہ اسلام شوہر اور زوجہ کے درمیان کس طرح کے تعلقات دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر یہ تعلقات وجود میں آجائیں تو دونوں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہو جائیں گے۔ ان کی باہمی زندگی خوشگوار اور مثالی ہوگی اور حقوق واختیارات کے وہ ناپسندیدہ مسائل جن کے باعث خانگی زندگی تباہ وبرباد ہو جاتی ہے وہ پیش ہی نہیں آئیں گے۔

نان ونفقہ شوہر کی ذمہ داری ہے

اسلام کے نزدیک ازدواجی تعلقات فقط جنسی تسکین کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ اس سے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق ہیں جو انہیں حاصل ہوں گے۔ اسی طرح دونوں کی ذمہ داریاں بھی ہیں جن کے وہ پابند ہوں گے۔ اسلام نے آدمی کی حیثیت کے مطابق بیوی کے نان ونفقہ رہائش اور دیگر ضروریات کی تکمیل کی ذمہ داری مرد ہی پر ڈالی ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

> "جس شخص کو وسعت حاصل ہے وہ اپنی وسعت کے مطابق (بیوی پر) خرچ کرے اور جس کو نپی تلی روزی ملی ہے وہ اسی میں سے خرچ کرے جو اللہ نے دیا ہے۔ اللہ

نے جس کسی کو جتنا دیا ہے اس سے زائد کی وہ اس پر ذمہ داری نہیں ڈالتا۔اللہ مشکل کے بعد جلد آسان (بھی) فرمائے گا۔" [۱]

مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشی تگ ودو کرے، بیوی کا نان ونفقہ برداشت کرے، گھر اور اس کا ضروری ساز وسامان فراہم کرے اور عورت گھر کا نظم ونسق سنبھالے اور اسے بہترین گھر بنائے۔

مہر کے متعلق شہید مطہری نے " نظام حقوق زن در اسلام " عنوان کے تحت حسب ذیل افادہ فرمایا ہے جسے ہم تلخیص کے طور پر تحریر کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

اس موقع پر مرد عورت کی خدمت میں پیش کش کرتا ہے جس میں والدین میں سے کسی کا حق نہیں ہوتا۔ جیسے ہی عورت مرد سے پیش کش کو حاصل کرتی ہے اپنے اقتصادی استقلال کی نگراں ومحافظ بن جاتی ہے۔ سب سے پہلے تو وہ اپنے ارادہ واختیار سے شوہر کا انتخاب کرتی ہے نہ کہ اپنے والد اور برادر کے ارادے سے دوسرے یہ کہ جب تک وہ والد کے گھر میں ہوتی ہے اسی طرح جب تک وہ اپنے شوہر کے گھر میں ہوتی ہے کسی کو اس سے خدمت لینے کا حق نہیں ہے۔ [۲]

طلاق

اسلام طلاق کا سخت مخالف ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ جس قدر ممکن ہوسکے شوہر وزوجہ کے درمیان خوشگوار تعلقات وروابط برقرار رہیں البتہ اگر دونوں کے حالات اس مرحلہ کو پہونچ جائیں جہاں روابط کا باقی رہنا ناممکن ومشکل ہو جائے تو اس صورت میں اسلام نے دونوں کی علیحدگی کو تجویز کیا ہے اور اس علیحدگی کو مقررہ حدود وقیود اور تمام تر اخلاقیات کے ساتھ انجام پانا چاہئے۔

اسلام سے قبل طلاق کی کوئی حد نہیں تھی۔ آدمی جتنی مرتبہ چاہتا اور جتنی مدت کے لئے چاہتا طلاق دیتا اور جتنی مدت بعد چاہتا عورت سے رجوع کرلیتا۔ اسلام نے اس پورے مسئلہ کو خاص رخ سے دیکھا اور ایک نئے ڈھنگ سے دیکھا اور اس کا نیا راستہ نکالا۔ اختلافات ہوں تو انہیں دور کرنے کی ممکنہ تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا اس کے باوجود اگر طلاق دینا ہی ضروری ہو تو دو مرتبہ وقفہ وقفہ سے طلاق دی جاسکتی ہے چنانچہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ سورہ طلاق، آیت ۷

۲۔ مرتضیٰ مطہری، نظام حقوق زن در اسلام، انتشارات صدرا تہران

”طلاق دو مرتبہ دی جائیگی اس کے بعد یا نیکی کے ساتھ روک لیا جائے گا یا حسن سلوک کے ساتھ آزاد کر دیا جائے گا اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ انہیں دیدیا ہے اس میں سے کچھ واپس لو مگر یہ کہ اندیشہ ہو کہ دونوں حدود الٰہی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو جب تمہیں یہ خوف پیدا ہو جائے کہ وہ دونوں حدود الٰہی کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو دونوں کے لئے آزادی ہے۔ اس فدیہ کے بارے میں جو عورت مرد کو دے لیکن یہ حدود الٰہیہ ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور جو حدود الٰہی سے تجاوز کرے گا وہ ظالمین میں شمار ہوگا۔ پھر اگر تیسری مرتبہ طلاق دیدی تو عورت مرد کے لئے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرا شوہر کرے پھر اگر وہ طلاق دیدے تو دونوں کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ آپس میں میل کریں۔ اگر یہ خیال ہے کہ حدود الٰہیہ کو قائم رکھ سکیں گے یہ حدود الٰہیہ ہیں جنہیں خدا صاحبان علم واطلاع کے لئے واضح طور پر بیان کرتا ہے۔[1]

اسلام نے طلاق کو ان حالات میں جائز وقرار دیا ہے جہاں اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو۔ اسلام نے ایسے شخص کو جو مسلسل ازدواج کرتا ہے اور پھر طلاق دیدیتا ہے خدا کا دشمن قرار دیا ہے۔ اس مقام پر شہید مطہری نے پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام سے متعدد روایات نقل کی ہیں جن کا خلاصہ ہم نقل کر رہے ہیں۔

اصول کافی کی روایت ہے ایک شخص سے آنحضرت نے دریافت کیا تم نے اپنی زوجہ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس نے عرض کی طلاق دیدی۔ آنحضرت نے دریافت کیا کیا تم نے اس سے کوئی بدی اور برائی دیکھی۔ عرض کی نہیں۔ اس شخص نے پھر سے ایک اور عقد کیا۔ آنحضرت نے پھر سوال کیا۔ اس عورت کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اس نے عرض کی میں نے طلاق دیدی۔ اسی طرح تین مرتبہ اس شخص نے مختلف عورتوں سے عقد کیا اور انہیں طلاق دیدی۔ جب آخری مرتبہ آپ نے اس سے یہی سوال کیا کہ آیا تم نے اس میں کوئی برائی دیکھی تھی اور اس نے کہا نہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا خداوند عالم ایسے مرد اور عورت پر لعنت کرتا ہے اور انہیں دشمن رکھتا ہے جو مرد مسلسل عورت اور جو عورت مسلسل شوہر تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۲۹۔۲۳۰

دوسری روایت میں آنحضرتؐ کو خبر دی گئی کہ ابو ایوب انصاری نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا مستحکم ارادہ کرلیا ہے جب کہ آنحضرت جانتے تھے کہ ان کا طلاق دینا کسی درست دلیل کی بنیاد پر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا (ان طلاق ام ایوب لحوب) یعنی ام ایوب کی طلاق عظیم گناہ ہے۔

تیسری روایت کو شہید مطہری نے شیعہ اور سنی دونوں حضرات کی جانب سے تحریر کیا ہے کہ ما احل اللہ شیئاً ابغض الیہ من الطلاق ، خداوند عالم نے کسی چیز کو طلاق کے مانند حلال قرار نہیں دیا کہ ساتھ ہی اس کا دشمن بھی ہے۔[1]

عورت صنف نازک ہے۔ اسلام کی جانب سے تسلیم شدہ حقوق بھی بعض اوقات اسے پورے طور پر حاصل نہیں ہو پاتے۔ مختلف پہلوؤں اور جہتوں سے اس پر پہلے بھی زیادتیاں ہوتی تھیں اور آج وہ کہیں آزادی کے نام پر تو کہیں پابندی کے نام پر مظالم کی زد پر ہے جبکہ اسلام نے اس کے کسی بھی پہلو کو تشنہ تشریح نہیں چھوڑا ہے اور اس سے متعلق تمام تر حقوق کی تشریح کردی ہے، چاہے وہ بیٹی کی صورت میں ہو یا زوجہ کی شکل میں یا اپنے خانوادہ کے ہمراہ ہو، جس کے سپرد اس کی ذمہ داریاں ہیں۔ خداوند عالم تمام عالم اسلام کو خواتین کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عنایت فرمائے۔ والسلام۔

۱۔ نظام حقوق زن در اسلام ص ۳۰۴۔۳۰۵